Tarjihaat
Volume: VI
Issue: I, II & III
جنوری تا مارچ ۲۰۲۶
Jan To March. 2026
ترجیحات
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

ریسرچ اسکالر/ نگراں

رائلہ فاطمہ انصاری/ ڈاکٹر حسن آرا

یونیورسٹی آف کوٹہ، کوٹہ، راجستھان گورنمنٹ آرٹس کالج، کوٹہ، راجستھان

حضرت صولت ٹونکی شخصیت اور شاعری

ادب میں تحقیق ایک ایسا ادارہ ہے جس کے ذریعہ ہر روز نئے نئے نقش و نگار جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ زمانۂ حال میں اردو شعر و ادب میں جو ترقی اور افزائش ہو رہی ہے اور جس طرح اردو زبان دنیا میں عروج پر ہے اس کا سہرا تحقیق کو جاتا ہے۔ محققین کے رہینِ منت ہی آج ادب میں آنے والی دشواریوں و مسائل کو سہل بنا کر اس کے مقاصد کو کشادہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ گمنام، پوشیدہ اور دشوار شاخوں سے روبرو کروایا۔ تاکہ اردو ادب سے جڑے تمام افراد اور قلم کار اس سے استفادہ حاصل کریں۔ علم و ادب کی دنیا میں تحقیق و تدوین کا کام بڑے صبر، اطمنان، محنت اور توجہ کا کام ہے۔ تحقیق کی اس راہ کو طے کرنے کے لئے ایک محقق کو انتہائی سخت و مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان سب کے باوجود تحقیق کے علم و آگہی میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس طرف طالب علموں کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے جس سے اس کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ آج کم و بیش اردو شعر و ادب کے ہر موضوع پر تحقیقی کام انجام دیا جا رہا ہے۔ اب مختلف قدیم و جدید موضوعات پر ادبی تحقیق سامنے آ رہی ہے۔

بقول عظیم الحق جنیدی:

"تحقیق وتدوین کا یہ ذوق اردو میں بالکل نئی چیز نہیں۔ شعراء کے دواوین کی ترتیب اور شعرائے اردو کے تزکروں کی تیاری اسی ذوق کی مظہر ہیں۔ مگر اس کی پوری اہمیت کا اندازہ اب جا کر ہوا ہے اور ہر طرف اس حقیقت کا اعتراف ہونے لگا ہے کہ اپنے قدیم سرمائے کو سلیقے سے مرتب کرنے کا کام بے حد اہم ہے۔"

[اردو ادب کی تاریخ۔ عظیم الحق جنیدی۔ ایجو کیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱ء۔ ص ۲۷۴]

گزشتہ سالوں کے مقابلہ میں تحقیق وتدریس میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ ملک و دنیا کے دیگر تعلیمی، اصلاحی، ادبی شخصیت وغیرہ موضوعات کے ساتھ ترقی زبان وادب کے مضامین بھی شائع ہوتے رہتے ہیں اور یہ کام جاری وساری ہے۔ میں بھی اس سلسلہ میں اپنے تحقیقی کام کو اردو شعر وادب میں انجام دے رہی ہوں۔ جس کا موضوع ہے۔ "حضرت سیّد محمود الحسن صولت ٹونکی۔ شخصیت اور شاعری"۔ ان کا مختصر تعارف اس طرح ہے:۔

راجستھان کے اردو شعر وادب میں اپنے صوفیانہ رنگ اور تغزل شاعری سے اردو شاعری کو روشن کرنے والے مشہور قادر الکلام استاد الشعراء حضرت سیدّ محمود الحسن صولت ٹونکی کی پیدائش ۱۸۹۸ء کو ہوئی۔ آپ کے بزرگ عرب کے رہنے والے تھے۔ جن کا ساداتِ مفتخر کے ہاشمی خاندان سے قریبی تعلق تھا۔ اس لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ میں بڑے اعزاز واحترام کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام سید حامد تھا۔ آپ کے والد صاحب کو ریاست ٹونک کے نواب محمد وزیر خاں بہادر کی بہو محترمہ رقیہ بیگم حج بیت اللہ تشریف لے گئیں تو وہاں سے بہ عزت ووقار اپنے ساتھ ٹونک لے آئی۔ رقیہ بیگم نے آپ کے والد صاحب سے درخواست کی کہ آپ کو گود لے کر اپنا بیٹا بنا کر رکھیں گی۔ آپ کے والد نے ان کی یہ خواہش منظور کی۔ بیگم صاحبہ نے آپ کی بڑی محبت اور شفقت سے

پرورش کی۔رقیہ بیگم صاحبہ حضرت صولت کی اس قدر عزت کرتی تھیں کہ آپ کا پسینہ اپنے چہرہ پر ملتی اور فرماتی تھیں کہ اہلِ سادات کے پسینہ کی برکت سے دوزخ کی آنچ حرام ہو گی کیوں کہ یہ وہ معطر و مقدس پسینہ ہے جو حضور ﷺ کی اکیسویں پشت میں تھا۔ آپ کا بچپن علمی اور دینی ماحول میں گزرا۔ابتدائی تعلیم خاندانی بچوں کی طرح گھر پر حاصل کی۔ شعر و سخن کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ دس گیارہ برس کی عمر سے ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ شعر کی ساتھ ساتھ مصرعہ پر مناسب و موزوں مصرعہ پہچاننا آپ کے سلقیہ اور ذوق میں شمار رہا۔آپ کی اس تیزی، ہوشیاری اور خداداد صلاحیت کی آپ کے ہر استاد نے تعریف کی۔ عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر یکساعبور حاصل تھا۔رئیس زادوں کی طرح آپ نے رقیہ بیگم کے پاس پرورش پائی۔ وہ آپ کو اپنی سگی اولاد سے بھی بڑھ کر محبت کرتی تھی۔

بیگم صاحبہ کے انتقال کے بعد سے صولت ٹونکی کو ان کی جائداد میں سے وظیفہ ملنے لگا۔اس کے ساتھ ہی والیانِ ٹونک نے اہلِ عرب کے لئے جو ورقم مقرر کر رکھی تھی اس میں سے بھی کچھ رقم بطور وظیفہ ملنے لگی۔ بیگم صاحبہ کے انتقال فرما جانے کے بعد یہی کل آمدنی ان کا ذریعہ معاش بن کر رہ گئی تھی۔ مگر قیامِ راجستھان کے بعد یہ رقم اتنی محدود ہو گئی تھی کہ ان کو مالی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ان کی زندگی کے آخری سال جسمانی اور ذہنی پریشانی میں گزرے۔ جسمانی، ذہنی اور مالی پریشانی کے باوجود اپنے وطن کو کبھی نہ چھوڑا اور ۲۹ مارچ ۱۹۶۸ء کو ٹونک میں وفات پائی۔ جو محفلیں شعر وادب میں حضرت صولت ٹونکی سے منور رہتی تھیں وہ ان کے جانے کے بعد سونی اور ویران سی ہو کر رہ گئی۔

حضرت صولت ٹونکی کی وفات پر حکیم فضل الرحمان خاں رحمانی نے فرمایا:۔

''حضرت صولتؔ کی موت نے ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جو شاید پر نہ ہو سکے۔ٹونک میں حضرت بسملؔ سعیدی کے دہلی نقل مقانی کے بعد مرحوم حضرت صولتؔ کی ذات ایک شمع رہ گئی تھی۔جو بھی گل ہو گئی۔مگر اس شاعر کش اور ادب سوز دنیا میں مرحوم موجود نہ سہی لیکن وہ ہمارے کاشانۂ دل میں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔''

[جرنل صولت نمبر۔جلد ۳۔شوکت علی خاں۔ڈائیریکٹر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ،راجستھان۔ص ۱۲۹]

حضرت صولتؔ ٹونکی کلاسکی غزل گو شعراء تھے۔آپ نے دہلوی رنگِ سخن کو اپنایا۔اپنی شاعری کا آغاز اس وقت کیا جب کہ اردو شعر و ادب مین داغؔ کی شاعری کا جادو چل رہا تھا۔اکثر شعراء ان کے اثر سے بچ نہ سکے۔خود صولتؔ ٹونکی بھی ان کے رنگ سے متاثر ہوئے۔انہوں نے داغؔ اور کیفؔ جیسے اساتزہ سے فیض تلمذ حاصل کیا۔مگر صولتؔ ٹونکی کا اپنا ایک الگ اندازِ بیان رہا۔صنفِ غزل اردو شاعری کی سب سے نازک،خوشگوار مگر پر زور اور پر وقار صنف ہے۔یہ ادب کا وہ خزینہ ہے جس پر ہر شاعر فخر کرتا ہے۔حضرت صولتؔ ٹونکی نے بھی اسی فخریہ انداز سے غزل گوئی میں اپنا ایک الگ منفرد رنگ اپنایا۔غزل ان کو شاعری میں سب سے محبوب صنف تھی۔آپ ایک کہنہ مشق شاعر تھے۔کلام میں شاعرانہ ترنم کے ساتھ ساتھ رنگِ تغزل کی ضیاافراز کیفیت اور تاثیر ملتی ہے۔صنفِ غزل ایک طرح سے ان کی شاعری کا عنوان بن چکی تھی۔اپنی غزلوں میں ایک ایک جزبہ اور وجدان کی اس طرح سے ترجمانی کی ہے کہ تمام کیفیت،جوش و خروش،جزبات واحساسات غزل کے دامن میں نمایاں ہوئے تو غزل ان کی آئینہ دار نظر آئی۔مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کچھ وصل میں قرار نہ کچھ ہجر میں سکوں
بس قصہ مختصر کہ محبت بلا کی ہے

ستم میں اپنے کسی کو میرا شریک نہ کر

میرے لئے بھی کوئی امتیاز رہنے دے

پیمانِ وفا تم نے اسی منہ سے کیا تھا

کچھ بات کرو مجھ سے ذرا آنکھ ملا کر

صولتؔ ٹونکی کے یہاں صاف گوئی و بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ بے باکی سے اپنی بات رکھتے تھی۔ان کی غزلوں میں خلوص اور صداقت پائی جاتی ہے۔ خاص کر ان کی عشقیہ اور صوفیانہ شاعری میں یہ خلوص بے مثال ملتا ہے۔ وہ سیدھی بات کرتے، جو کچھ دیکھتے، محسوس کرتے اور جو ان پر گزرتی سب اپنی شاعری میں بخوبی بیاں کرتے۔ حقیقت نگاری کا رنگ ان کی غزلوں پر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ان کی شاعری کے مضامین میں عشقیہ کیفیات اور واردات کے ساتھ ساتھ بے بسی، مجبوری، خوشی و غم کی مختلف پہلئو، نازِ عشق و نازِ حسن کے اندازِ بیان کی وضاحت ملتی ہے۔

حضرت صولتؔ ٹونکی جدید غزل کے قائل تھے۔ وہ ایک تجربہ کار اور منجھے ہوئے شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ان کی شاعری میں میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ، فیضؔ وغیرہ کی شاعری کے رنگ بھی نظر آتے ہیں۔ان کی غزلوں میں رومان و حقیقت کا سنگم کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے جیسے فیضؔ کی غزلوں میں دکھائی دیتا ہے۔ مرزا غالبؔ اور حالیؔ کی شاعری کی طرح زندگی اور حقیقت پسندی کی مضامین بھی ملتے ہیں۔ ساتھ ہی میرؔ کا سا سوز و گداز، فانیؔ کا سا اندازِ فکر اور اقبالؔ کی طرح صوفیانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو

گلشن پہ آسماں سے برستی ہیں بجلیاں

آفت یہ چار تنکے میرے آشیاں کے ہیں

کسی کروٹ تو چین آئے کسی پہلو تو کل آئے

الہی کوئی صورت تو تسلی کی نکل آئے

دستِ جنوں خدا کے لئے اب تو رحم کر

دیکھے گا مجھ کو چاکِ گریباں کہا تلک

سجدے نصیب ہوں اگر بابِ حریم ناز پہ

طول حیات جاوداں کر دوں نثار سنگ دوں

ان کی اس شاعرانہ خوبی اور اندازِ بیان کے بارے میں ڈاکٹر عزیزاللہ شیرانی فرماتے ہیں کہ :۔

''صولتؔ کی شاعری میں اردو شاعری کی روایت کا نہ صرف احترام ملتا ہے بلکہ انہوں نے اپنے رنگ تغزل میں میرؔ، مومنؔ، داغؔ، فانیؔ۔ اور غالبؔ کی فنی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی شاعری میں وہی فکر وہی نظریہ قائم رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔''

[نگار خانۂ راجستھان۔ ڈاکٹر عزیزاللہ شیرانی۔ ۲۰۱۹ء۔ ص۱۸]

صولتؔ ٹونکی صوفیانہ مزاج کے شاعر تھے۔ اس لئے ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ کے ساتھ نعتیہ کلام بھی موجود ہے۔ آج بھی ان کے لکھے اور پڑھے گئے نعتیہ کلام محفلِ میلاد میں بڑے ہی محبت اور عقیدت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ صولتؔ ٹونکی ہمیشہ سے ہی عشقِ رسول ﷺ سے سرشار رہے ہیں اور یہ بات ان کے نعتیہ کلام سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ چند نعتیہ اشعار پیش ہیں۔

شاہِ رسولاں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

رحمتِ یزداں اکرم واعظم صلی اللہ علیہ وسلم

میں اور کہاں داورِ محشر کی حضوری

کام آئی فقط نسبتِ سلطانِ مدینہ

خواجہ غریب نوازؒ سے آپ کو بے پناہ عقیدت تھی۔ وہ فرماتے تھے۔

یہ میری مصیبت کی دیں گے گواہی یہ آنسو جو آنکھوں میں لایا ہوں خواجہ

فسانہ یہی ہیں میرے رنج و غم کا، انہیں ساتھ لے کر میں آیا ہوں خواجہ

ٹونک کی مشہور صنفِ سخن چاربیت پر آپ کو قدرت حاصل تھی۔ راجستھان کے ضلع ٹونک میں صنفِ چاربیت سب سے زیادہ مقبول و معروف ہوئی اور آج بھی یہ اپنی جڑ جمائے ہوئے ہے۔ صنفِ چاربیت ڈف کی تھاپ پر گایا جاتا ہے۔ اس کو 'پٹھانی لوک گیت' یا 'پٹھانی راگ' کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ جس میں مختلف قسم کے راگ شامل ہیں۔ چاربیت کے شعراء و فنکار بڑے جوش و خروش سے اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حضرت صولت ٹونکی کی لکھی اور پڑھی گئی چاربیت بھی بہت مقبول رہی۔ ٹونک کے چاربیت کے گروپ آج بھی صولت ٹونکی کی چاربیت شاعری کو دلکش انداز میں پیش کیا کرتے ہیں۔ صولت ٹونکی کی چاربیت میں عشقیہ، صوفیانہ، عارفانہ، نعتیہ وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ جن کو دلکش و عمدہ انداز میں کہا گیا ہے۔ ان کی چاربیت شاعری کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

کیا کوئی کہے سوزِ محبت کی کہانی کس طرح دکھائے کوئی اشکوں کی روانی

مغرور ہے وہ حسن پہ اللہ رے جوانی سنتا ہی نہیں وہ بتِ بے پیر کسی کی

آپ کی قطعہ نگاری بھی بے مثال ہے۔ وہ اس اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے کہ کبھی بھی کہیں بھی قطعات فرمادیتے تھے اور باکمال کہتے تھے۔ اپنے آخری وقت میں بھی انہوں نے خوب قطعات کہے۔ جب ان کے پیارے فرزند کا اچانک جوانی میں انتقال ہوا تب وہ بہت ٹوٹ چکے تھے اور اس غم کے حالات میں انہوں نے اس طرح قطعہ فرمائے۔

شادمانی ختم ہو کر رہ گئی کامرانی ختم ہو کر رہ گئی

تیرے جاتے ہی مرے پیارے میاں زندگانی ختم ہو کر رہ گئی

جب بھی راجستھان میں اردو شعر وادب کا ذکر ہوتا ہے صولت ٹونکی کا نام اپنے آپ زبان پر آجاتا ہے۔ وہ بلند پایہ شاعر رہے ہیں۔ انہوں نے تقریباً ہر شعری صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ جن میں غزل کے علاوہ حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، مراثی، رباعی، قطعہ، نظم، چاربیت، سہرے سہاگ، مبارکبادیں، تضمین نگاری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

قصیدہ نگاری میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ نے نواب سعادت علی خاں اور نواب اسماعیل علی خاں کی شان میں کئی قصاید پیش کئے۔ ان کی قصیدہ نگاری میں خلوص، سچائی، محبت، عقیدت کے پہلو اور قصیدہ نگاری کے فن کی تمام خوبیاں شامل ہیں۔ ان کی قصیدہ نگاری میں تکلف اور تصنع نہیں ملتے۔ نواب سعادت علی خاں کے حضور میں پیش قصیدے کے چند اشعار اس طرح ہیں۔

سرکار اس دماغ سے میں تنگ آگیا

ایزا نئی یہ اس نے نکالی میرے لئے

صولت غلامِ آلِ شہ انبیاء ہوں میں

کیا کم ہے کچھ یہ نسبتِ عالی میرے لئے

صولت ٹونکی کی غزل گوئی اور قصیدہ نگاری کے بارے میں سالک عزیزی یوں فرماتے ہیں کہ :۔

''مرزا غالب کے نزدیک بھی وہی شخص پورا شاعر کہلانے کا مستحق تھا جو غزل اور قصیدہ دونوں پہ دسترس رکھتا ہو۔ معیار قدما کے مطابق استاد صولت ایک مکمل شاعر تھے۔ آپ اعلیٰ غزل گو ہونے کے ساتھ بہترین قصائد نگار بھی تھے یوں تو قدرتِ کلام نے آپ کو ہر صنفِ سخن پر قادر بنادیا تھا۔ لیکن غزل اور قصیدے پر آپ کو قابل رشک قدرت تامہ حاصل تھی۔''

[جرنل صولت نمبر۔ جلد ۳۔ شوکت علی خاں۔ ص ۱۶۸]

حضرت صولت ٹونکی کی شخصیت، ترتیب اور خاص کر کے شاعری کی تہذیب میں ٹونک کی فضا کا اہم حصہ رہا ہے۔ اس دور میں ریاست ٹونک پہ شعر و شعری کا ماحول سر گرم تھا۔ ٹونک کے نواب کو ان محفلوں کا بڑا شوق تھا۔ اس لئے ٹونک میں شاعری اور مشاعرے عام بات تھی۔ مگر پھر بھی یہ سب کے بس کی بات نہیں۔ صولت ٹونکی کو خدا نے جیسے پیدائشی شاعر بنایا۔ شعر و شاعری تو ان کو فطری اور جبلی طور پر خدا کی نعمت تھی۔ شعر پہ شعر کہنا آپ کا کمالِ فن تھا۔ شاعری اور مشاعروں کو روشن اور رنگین کرنا، شعراء کے اشعار پر داد دینا، اشعار کا تجزیہ کرنا آپ کے لئے بہت آسان کام ہوتا تھا۔ پورے راجستھان کے شعر و ادب میں صولت ٹونکی کی شاعری اور استادی کا فن قابلِ قبول رہا ہے۔ وہ ایک کثر التلامزہ استادِ سخن تھے۔ ان کی استادی سے اردو شعراء بھی فیض یاب ہوئے۔

بقول صاحبزادہ شوکت علی خاں :۔

''حضرت جگرؔ مرحوم، فراقؔ گورکھپوری، ماہرؔالقادری اور اعجاز صدیقی وغرہم کو صولتؔ صاحب کی توجہ خاص کے طالب بنتے ہوئے دیکھا ہے اور سنا ہے۔ یہی نہیں جگرؔ، جوشؔ اور ماہرؔ جیسے شعراء کو صولت صاحب کی خداداد شعری صلاحیتوں کا مداح اور قدر شناس بھی پایا ہے۔''

[جرنل صولت نمبر۔ جلد ۳۔ شوکت علی خاں۔ ص ۳۵]

صولتؔ ٹونکی کا آخری وقت بڑے مشکلات میں گزرا۔ ان کو اپنے ملک موت کا احساس ایک عرصہ سے ہو گیا تھا۔ وہ وفات کے چند روز پہلے ایک مشاعرے میں شامل ہوئے تھے تب انہوں نے اپنے اس احساس کا اظہار بڑی حسرت کے ساتھ کیا تھا۔

سخت جاں تو بھی وہ صولتؔ ہے کہ پرواہ ہی نہیں
کر رہا ہے ملک موت کا تقاضہ تب سے

صولتؔ ٹونکی کی شاعری کی اہمیت اور خصوصیات یہ ہے کہ انہوں نے شاعری کو اپنے عہد کے تقاضوں سے ہم کنار کیا۔ فکری، فنی، حقیقی، مزاجی، صوفیانہ، عشقیہ وغیرہ کے تمام عنصر سے اپنے کلام کو آشنا کر کہ شاعری کے وزن اور وقار میں اضافہ کیا۔ صولتؔ ٹونکی نے ہر صنفِ سخن میں اپنی شاعری کا جادو بکھیرا ہے اور ان کا کلام بھی بہت تعداد میں تھا مگر افسوس کہ آج تک منظرِ عام پر نہ آسکا۔ اور نہ ہی کسی نے ان کے کلام کو یکجا کر کے شائع کیا۔ اسی لئے ان کے اس بیش قیمتی کلام کی روشنی میں صولتؔ ٹونکی کی شخصیت اور شاعری کا مطالعہ و تحقیق کرنا میں نے ضروری سمجھا۔

اپنے اس تحقیقی کام کو انجام دینے میں ہر اسکالر کو کچھ دشواریاں درپیش آتی ہیں۔ چنکہ تحقیق اپنی نوعیت کے مطابق ایک چنوتی کا کام ہے۔ جس میں اپنے تحقیقی کام کو انجام دینے میں موضوع، منصوبہ بندی، نگہداشت، سخت محنت کے ساتھ ان سب کا گہرائی سے مطالعہ

کرنا بہت ضروری ہے۔ تحقیق کا کام دانش مندی کا کام ہے۔اسی لئے اس کے امکانات ومسائل پر غوروفکر کرکے اس کی ترتیب و تدراک کرنا اہم مقصد ہوتا ہے۔اس طرح میرے تحقیقی مقالہ کا مقصد یہ ہے کہ صولت ٹونکی کی شخصیت،ادبی وعلمی خدمات اوران کی شاعری کااعتراف کرتے ہوئے ایک مبسوط کام منظرِعام پر لانااوراردو شعروادب کوان کی شخصیت اور شاعری سے روبرو کرانا ہے۔ صولت ٹونکی نے اپنے شاعری کے ذریعہ اردو شعروادب کو قیمتی سرمایہ عطا کیااوراس کے دامن کو وسعت بخشی۔ان کا کلام تاریخی اور ادبی حیثیت کا حامل ہے۔